۹۵واں باب

سرگزشتِ تخلیقِ آدم علیہ السلام

۹۰: سُوْرَۃُ الْاَعْرَاف [۷ — ۸: وَلَوْأَنَّنَا، ۹: قَالَ الْمَلَأُ]

۲۴۸ روح الامینؑ کن حالات میں اللہ کی جانب سے سُوْرَۃُ الْاَعْرَاف لے کر آئے؟
۲۵۱ اللہ کو چھوڑ کر دوسرے اولیاء کا دامن نہ تھامو!
۲۵۲ بنجر پہاڑی علاقے میں اہلِ مکہ کے لیے بفراغت معاش!
۲۵۳ داستانِ تخلیقِ آدمؑ، آثارِ قدیمہ سے کشید گمانوں سے نہیں بلکہ خالق کائنات کی زبانی
۲۵۴ آدم کا پیدائش کے بعد جنت میں قیام، پھر زمین پر نزول
۲۵۵ لباس فطرتِ انسانی میں شامل ہے
۲۵۷ بنی نوعِ آدم میں سے کون ہدایت یاب ہیں اور کون گم راہ
۲۵۷ اسلام میں عریانیت اور رہبانیت کی کوئی گنجایش نہیں
۲۵۸ مساجد میں حاضری اور عبادات کے مواقع پر اچھے اور مکمل لباس کی ضرورت
۲۵۹ قریش کو رسالت کی تصدیق اور آخرت کے احساس کی نصیحت
۲۶۰ قیامت میں گم راہوں اور گم راہ کرنے والے لیڈروں کے درمیان مکالمہ
۲۶۱ پندارِ تکبر میں مبتلا منکرین کا انجام
۲۶۱ حق کے علم بردار اہلِ جنت کا حال
۲۶۲ اہلِ جنت اور اہلِ دوزخ کے درمیان مکالمہ
۲۶۳ فیصلے کے منتظر، دیوار پر بیٹھے لوگ
۲۶۴ اہلِ مکہ بات مانتے نظر نہیں آ رہے ہیں
۲۶۵ اللہ اپنے بندوں کو آدابِ التجا سکھاتا ہے!

۹۵واں باب

سرگزشتِ تخلیقِ آدم علیہ السلام

روح الامینؑ کن حالات میں اللہ کی جانب سے سورۃ الاعراف لے کر آئے؟

صاحبِ تفہیم القرآن نے اس سورۃ کی تفہیم کے آغاز میں زمانۂ نزول کے بارے میں تحریر کیا ہے: "اس کا زمانۂ نزول تقریباً وہی ہے جو سورہ انعام کا ہے۔ یہ بات تو یقین کے ساتھ نہیں کہی جا سکتی کہ یہ پہلے نازل ہوئی ہے یا وہ۔ مگر اندازِ تقریر سے صاف ظاہر ہو رہا ہے کہ ہے یہ اُسی دَور سے متعلق ہے۔ لہٰذا اس کے تاریخی پس منظر کو سمجھنے کے لیے اس دیباچہ پر ایک نگاہ ڈال لینا کافی ہوگا جو ہم نے سورہ انعام پر لکھا ہے۔" پھر سورہ انعام کو مکی زندگی کے بالکل آخری دور میں متعین کرنے کے بعد اِس کے پسِ منظر کو یوں پیش کیا ہے:

"زمانۂ نزول متعیّن ہو جانے کے بعد ہم بآسانی اس پَس منظر کو دیکھ سکتے ہیں جس میں یہ خطبہ ارشاد ہوا ہے۔ اس وقت اللہ کے رسولؐ کو اسلام کی طرف دعوت دیتے ہوئے بارہ سال گزر چکے تھے۔ قریش کی مزاحمت اور ستم گری و جفاکاری انتہا کو پہنچ چکی تھی۔ اسلام قبول کرنے والوں کی ایک بڑی تعداد ان کے ظلم و ستم سے عاجز آکر ملک چھوڑ چکی تھی اور حَبَش میں مقیم تھی۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی تائید و حمایت کے لیے نہ ابو طالب باقی رہے تھے اور نہ حضرت خدیجہؓ، اس لیے ہر دُنیوی سہارے سے محروم ہو کر آپؐ شدید مزاحمتوں کے مقابلے میں تبلیغِ رسالت کا فرض انجام دے رہے تھے۔ آپؐ کی تبلیغ کے اثر سے مکّہ میں اور گرد و نواح کے قبائل میں بھی صالح افراد پے در پے اسلام قبول کرتے جا رہے تھے، لیکن قوم بحیثیتِ مجموعی ردّ و انکار پر تُلی ہوئی تھی۔ جہاں کوئی شخص اسلام کی طرف ادنیٰ میلان بھی ظاہر کرتا تھا، اسے طعن و ملامت، جسمانی اذیّت اور معاشی و معاشرتی مقاطعہ کا ہدف بننا پڑتا تھا۔ اس تاریک ماحول میں صرف ایک ہلکی سی شعاع یثرب کی طرف نمودار ہوئی تھی، جہاں سے اَوس اور خَزرج کے بااثر لوگ آکر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ پر بیعت کر چکے تھے اور جہاں کسی اندرونی مزاحمت کے بغیر اسلام پھیلنا شروع ہو گیا تھا۔ مگر اس حقیر سی ابتدا میں مستقبل کے جو امکانات پوشیدہ تھے، انھیں کوئی ظاہر بیں آنکھ نہ دیکھ سکتی تھی۔ بظاہر دیکھنے والوں کو جو کچھ نظر آتا تھا وہ بس یہ تھا کہ اسلام ایک کمزور سی تحریک ہے جس کی پُشت پر کوئی مادّی طاقت نہیں، جس کا داعی اپنے خاندان کی ضعیف سی

حمایت کے سوا کوئی زور نہیں رکھتا، اور جسے قبول کرنے والے چند مٹھی بھر بے بس اور منتشر افراد اپنی قوم کے عقیدہ و مسلک سے منحرف ہو کر اس طرح سوسائٹی سے نکال پھینکے گئے ہیں، جیسے پتّے اپنے درخت سے جھڑ کر زمین پر پھیل جائیں۔ [تفہیم القرآن، جلد اوّل صفحہ ۵۲۰-۵۲۱]

بلا شبہ یہ ایک انتہائی عمدہ پیرایہ ہے جس میں پسِ منظر کو پیش کیا گیا ہے مگر خط کشیدہ سطور صورتِ حال کی صحیح تعبیر پیش کرتی نظر نہیں آتی ہیں۔ اسی طرح ذیل کی سطور میں تدبرِ قرآن کا خط کشیدہ تبصرہ بھی ہے:

كِتَابٌ أُنْزِلَ إِلَيْكَ فَلَا يَكُنْ فِي صَدْرِكَ حَرَجٌ کے معنی تنگی، ضیق اور پریشانی کے ہیں۔ یہ آیت آنحضرت ﷺ کے لیے تسکین و تسلّی کے طور پر نازل ہوئی ہے۔ یہ دور جیسا کہ سورہ کے مطالب کی فہرست سے واضح ہے، قریش کی مخالفت کے شباب کا دور تھا۔ وہ ہر قسم کے اوچھے سے اوچھے ہتھیار استعمال کرنے پر اُتر آئے تھے۔ [تدبر قرآن، جلد سوم صفحہ ۲۲۱]

جیسا کہ سابقہ ابواب میں وقت گزرنے کی تفصیل میں مرحلہ بہ مرحلہ یہ بات طے ہو چکی ہے کہ یہ آخری دور، قریش کی جانب سے ظلم و تشدد کا دور نہیں بلکہ جھنجلاہٹ کے شباب کا دور تھا، مسلمانوں کی ایک قابلِ ذکر تعداد حبشہ میں امن و چین سے تھی، نجاشی صاحبِ ایمان تھا، یمن میں طفیل عمر دوسی رضی اللہ عنہ نبی ﷺ کو ہجرت کر کے وہاں آنے کی دعوت دے چکے تھے، مدینے میں اسلام کا چرچا شروع ہو چکا تھا، مدینے کے اطراف میں قبائل بھی مشرف بہ اسلام ہو رہے تھے۔ یہ ساری صورتِ حال اہلِ مکہ کی نظروں سے پوشیدہ نہیں تھی، اس زمانے میں اسلام لانے کے جرم میں کسی پر بھی جسمانی تعذیب کے معانی یہ تھے کہ وہ مکہ سے نکل کر اوپر مذکورہ جگہوں میں سے کہیں بھی جا سکتا تھا۔ اگر سارے کام انسانی عقل کی بنیاد پر انجام پا رہے ہوتے تو نبی ﷺ کو مکے میں ایک مشرک سردار مطعم بن عدی کی پناہ میں مکے میں مزید رہایش نہیں رکھنی چاہیے تھی، یہاں تو سارے کام اللہ کی ہدایت میں ہو رہے تھے، جس طرح مورخین کی عقل طائف کے سفر پر انگشت بدنداں ہے، اسی طرح مکے میں مزید قیام کی اس کے سوا کوئی توجیہ نہیں ہے کہ اللہ جو اس ساری مہم اور کاوشِ غلبہ دین کی رہ نمائی کر رہا تھا، اُس کی جانب سے اذنِ ہجرت نہیں ملا تھا۔ بعد کے حالات اور واقعات ثابت کریں گے کہ اللہ نے گزشتہ دو سو سال کے زمانے میں مدینے اور اُس کے اطراف کو

نبی ﷺ کے لیے تیار کیا تھا، یہ مقام ایسی جغرافیائی، تہذیبی حیثیت اور انسانی آبادی کے مخصوص تنوع [demographic] کا مالک تھا جو نہ صرف جائے ہجرت کے لیے موزوں ترین بلکہ آنے والی نصف صدی کے لیے اسلام کے عالمی فروغ کے لیے ہر لحاظ سے بہترین مقام تھا۔ مکہ میں کفار بے بس ہو چکے تھے۔ اگرچہ کہ وہ جان چکے تھے محمد ﷺ کے زندہ رہتے ہوئے اب اسلام کو دبانا اُن کے لیے ممکن نہیں ہے مگر اِس حقیقت کے نتیجے پر سے اللہ نے اُن کی آنکھوں پر پردہ ڈالا ہوا تھا اور ساتھ ہی اُسی ذاتِ باری تعالیٰ نے تہذیبی روایات اور قبائلی حالات کو اس طرح ترتیب دے دیا تھا کہ فی الوقت وہ نہ آپ ﷺ کو نکالنے پر قادر تھے اور نہ ہی اتنی طاقت و ہمت رکھتے تھے کہ آپؐ کی زندگی کا چراغ گل کرنے کا سوچ بھی سکیں، اُس ذات نے سوچوں پر بھی پردے ڈالے ہوئے تھے۔ یہ اللہ کی قدیم سنّت ہے، وہ نمرود کی لگائی آگ کو ابراہیم علیہ السلام کے لیے سرد کر دیتا ہے، فرعون اپنی ساری طاقت اور فوجوں کے ہوتے ہوئے، اعلان کرنے کے باوجود نہ موسیٰ علیہ السلام کو قتل کر پاتا ہے اور نہ ہی جادو گروں کی سولی پر قادر ہو پاتا ہے، بنی اسرائیل سے تعلق رکھنے کے باوجود یوسف علیہ السلام قید خانے سے اُٹھائے جاتے ہیں اور قبطیوں کے اوپر صاحبِ اقتدار بنا دیے جاتے ہیں۔ یہ سارے کام ایک خالق و مالک اپنی قدرت اور منصوبہ بندی سے انجام دیتا ہے۔

اعلائے کلمۃ اللہ کی مکے میں جاری اس جد وجہد میں بھی یہی ہوتا ہے، اس سورۃ کے نزول کے کم و بیش ایک سال بعد جب قریش پر طاری جھنجلاہٹ نے اللہ کی نظروں کے سامنے اِن پردوں کو چاک کیا اور وہ ایک ناپاک ارادہ لے کر آپ کے گھر کے دروازے پر جمع ہوئے تو اللہ کی جانب سے اُس کے رسولؐ کو مکہ کو الوداع کہنے کا حکم مل گیا اور وہ دنیا کا عظیم ترین اور بہادر ترین مردِ مجاہد اُن کے سروں پر خاک ڈالتا، اللہ ہی کی حفاظت میں اپنے رفیقِ سفر کے ساتھ زمین پر غلبہ اسلام کی ایک تاریخ لکھنے کے لیے مدینے کی جانب نکل گیا، جہاں کے لیے اللہ نے اُس کو پیدا کیا تھا۔ سردارانِ قریش اپنی ساری طاقت، سیاست، وسائل اور تعلقات کے باوجود ہاتھ ملتے مسلمانوں کے سر سراتے بے آباد گھروں کو دیکھنے اور پھر سال بھر ہی میں میدانِ بدر میں مرنے کے لیے مکے میں دانت پیستے رہ گئے۔ .... کہنا یہ ہے کہ جس وقت سُوْرَۃُ الْاَعْرَاف نازل ہوئی، مکے میں نظر آنے والی مخالفت اور جسمانی تعذیب کا دور نہیں تھا بلکہ قریش کی شدید جھنجلاہٹ اور مسلمانوں کے لیے اللہ کی جانب سے مدد کے انتظار کا دور تھا۔

۹۰: سُوْرَةُ الْاَعْرَاف [۷ — ۸: ولوانّنا، ۹: قَالَ الْمَلَاُ]

اللہ کو چھوڑ کر دوسرے اولیاء کا دامن نہ تھامو!

آغازِ کلام میں نبی ﷺ کو ہدایت و تسکین کہ رسالت کے باب میں تمھاری ذمہ داری بس یہ ہے کہ تم اپنی قوم تک اللہ کا پیغام پہنچاؤ، پادشاہِ حقیقی کا پیغام سناتے ہوئے مخاطبین کی جانب سے انکار و استہزا اور مخالفت کے اندیشوں سے پریشان نہ ہو، بلا تردُّد اِس کتاب کی تلاوت کرو تاکہ اُن کو یہ کہنے کا موقع نہ رہے کہ اُن تک اللہ کی جانب سے اُس کے پسندیدہ راستے کی رہ نُمائی نہ ہوئی۔ تمھاری یہ ذمہ داری ہر گز نہیں ہے کہ اِن لوگوں کو صاحبِ ایمان بنا کر دکھادو۔ قرآن سے فایدہ صرف وہی لوگ اُٹھا سکیں گے جو اندھے بہرے ہو کر اس کو نہیں سنتے بلکہ غور و فکر کرتے ہیں اور جن کی بداعمالیوں اور بدکرداریوں نے اُن کی نفسیات کو اتنا مسخ نہیں کر دیا ہے کہ وہ دعوتِ ایمان پر لبّیک نہ کہہ سکیں۔ رسول اللہ ﷺ کو اس اصولی بات کو سمجھانے کے بعد کہا گیا ہے کہ اس کتاب کے اُتارنے کی غرض ہی یہ ہے کہ تم اس سورۃ کے ذریعے انکار پر آمادہ اپنے مخالفین کو ڈراؤ کہ اپنے رب کو چھوڑ کر دوسرے اولیاء [جھوٹے سرپرستوں] کی پیروی نہ کریں اور ساتھ ہی اس بیان سے اُنھیں بارِ دگر یاددہانی ہو، جو لوگ ایمان لا چکے ہیں۔ یہ منکرین یاد رکھیں کہ اُن سے پہلے کتنی ہی قومیں ہمارے رسولوں کی مخالفت اور اُنھیں جھٹلانے کے جرم میں نیست و نابود و برباد ہو چکی ہیں۔ جب اللہ کے عذاب کا کوڑا اُن پر برسا تو وہ کسی تدبیر سے بچ نہ سکیں، بلکہ دماغ درست ہوا تو بے بسی اور آہ و زاری سے اقرارِ جرم کرنے لگیں۔ اور عذابِ الٰہی کی پکڑ میں آ گئیں۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ المص ۔ یہ کتاب [ہدایت کی دستاویز، سورۃ الاعراف] ہے، جو اے محمدؐ، تمھاری طرف [کسی اور کی طرف سے نہیں بلکہ] کائنات کے خالق و مالک کی جانب سے نازل کی جا رہی ہے، پس، [پادشاہِ حقیقی کا پیغام سناتے ہوئے مخاطبین کی جانب سے انکار و استہزا اور مخالفت کے اندیشوں سے] تمھارے دل میں کوئی پریشانی نہ ہو۔ اس کے اُتارنے کی غرض ہی یہ ہے کہ تم اس سورۃ کے ذریعے منکرین کو ڈراؤ اور جو ایمان لا چکے ہیں، وہ اِس سے ایک بار پھر نصیحت حاصل کریں۔ لوگو! جو کچھ تمھارے رب کی طرف سے تمھاری جانب ہدایت بھیجی گئی ہے اُس کی پیروی کرو اور اپنے رب کو چھوڑ کر دوسرے اولیاء [جھوٹے سرپرستوں] کی پیروی نہ کرو۔ افسوس! نصیحت کم ہی لوگ سنتے

ہیں۔[سنو! اِن جیسی] کتنی ہی بستیاں ہیں جنھیں ہم نے موت کے گھاٹ اُتار دیا۔اُن پر یہ ہلاکت رات کے وقت یا دن دہاڑے دوپہر میں اچانک ایسے وقت ٹوٹ پڑی جب وہ آرام کر رہے تھے۔اور جب ہمارا عذاب اُن پر ٹوٹا تو اُن کے مونہوں سے بے ساختہ بس یہی نکلا کہ واقعی ہم ظالم تھے۔ .. مفہوم آیات ۵تا۱

بنجر پہاڑی علاقے میں اہلِ مکہ کے لیے بفراغت معاش!

آگے کہا گیا کہ لوگو! جان لو کہ یومِ قیامت لازمی برپا ہونے والی ہے تاکہ تم سے رسولؐ کے ساتھ تمھارے رویّے کے بارے میں اور رسولؐ سے تم تک پیغام پہنچانے کی ذمہ داری انجام دینے کے بارے میں بازپرس ہو۔اُس دن لوگوں کا سارا کیا دھرا اُن کے سامنے رکھ دیا جائے گا۔اُس دن نئے قوانین طبعی پر ساختہ ایک ترازو لگائی جائے گی جس میں ہر شخص کے اعمال کو اُن کے پیچھے کارفرما نیتوں کے حساب سے تولا جائے گا۔اُس قیامت کی گھڑی، کام یاب تو صرف وہی ہوں گے جن کے پلڑے بھاری ہوں گے، باقی سب ناکام و نامراد ہوں گے۔کہا گیا کہ اے قریش کے لوگو، کیا اللہ کی قدرت و خلاّقیت پر یہ گواہی کافی نہیں کہ اللہ نے تمھیں مکہ کے بنجر پہاڑی علاقے میں معاش فراہم کی۔آج حجاز میں تمھیں جو عزت و شان حاصل ہے وہ اللہ ہی کی تو عطا کردہ ہے۔مگر ناشکرو، تم کم ہی احسان مند ہوتے ہو۔

پس جن لوگوں کی طرف ہم نے پیغمبر بھیجے، ہم ضرور بالضرور اُن سے [اپنے پیغام پر اُن کے ردِّ عمل کے بارے میں] پوچھیں گے اور پیغمبروں سے بھی پوچھا جائے گا [کہ انھوں نے پیغام پہنچایا تو انھیں کیا جواب ملا] پھر ہم خود کامل علم کے ساتھ ساری روداد بیان کر دیں گے، آخر ہم کہیں غائب تو نہیں تھے۔اس روز نیک اعمال کا وزن [مقدار و کمیت بہ اعتبارِ اخلاص و نیت] ہی بس کام کا ہوگا۔جن کے پلڑے اُس سے بھاری ہوں گے وہی نجات و فلاح پائیں گے اور جن کے پلڑے ہلکے ہوں گے وہی امتحانِ زندگی ہارنے والے ہوں گے،اس لیے کہ وہ ہماری آیات کا انکار اور تمسخر کرتے رہے تھے۔لوگو! [اے اہلِ مکہ] ہم نے تمھیں اس سر زمین میں اقتدار دیا اور تمھارے لیے یہاں [بنجر پہاڑی علاقے میں] معاش فراہم کی، مگر تم کم ہی احسان مند ہوتے ہو۔ .... مفہوم آیات ۶ تا ۱۰

اگلی آیات میں قریش کو یاد دلایا گیا کہ تم انکار پر اڑ کر ابلیس کے اُس چیلنج کے مصداق بن رہے ہو، جو اُس نے آدمؑ کی پیدایش کے موقع پر اللہ کو انسانوں کو گم راہ کرنے کے لیے دیا تھا۔ کہا جا رہا ہے کہ سنو، شیطان نے تا قیامت آنے والی اولادِ آدمؑ کو دھمکی دی تھی کہ وہ اپنی گم راہی کا سبب بننے والی مخلوق [یعنی انسان] کو اپنی مکر کی چالوں اور للچانے کے ذریعے سے گم راہ کر کے رہے گا۔ اُس نے اللہ کو چیلنج کیا تھا کہ تو نے جس کو سجدہ کرنے کا حکم دے کر میرے پندار کو ٹھیس پہنچائی اور مجھے نافرمانی پر لگا یا، میں خود اُس [انسان] کو تیرا نافرمان ثابت کروں گا، اُن کی عظیم اکثریت کو تُو نافرمان اور ناشکرا پائے گا۔ اُس نے آغاز ہی میں اپنی اِس دھمکی کو سچ کر دکھایا جب اُس نے تمھارے اوّلین ماں باپ آدم و حوا کو ہمیشگی کی زندگی اور ملائکہ بن جانے کا جھانسہ دے کر گم راہ کیا۔ اے نادان قریشی سردارو، آج پھر اُسی طرح ابلیس نے تم پر اپنا جال پھینکا ہے اور تم اُس کے چکر میں آکے اُس کے چیلنج کو سچا ثابت کرنے کے درپے ہو، سوچو ذرا کس قیمت پر؟ اس قیمت پر کہ ابلیس کے ہم راہ جہنم کے پیٹ میں اُترو گے اور اُس کا کھاجا بنوگے! [قرآن کے دیگر مقامات پر اس واقعے کی تفصیل بھی اگر پیشِ نظر رہے تو یہ بھی قریش سے کہا گیا کہ کیا نادانی ہے، اللہ کے جوابی چیلنج کے مصداق نہیں بن رہے ہو کہ اللہ نے کہا تھا کہ میرے مخلص بندے ہر گز تیرے چکر میں نہ آئیں گے اور تم چکرا رہے ہو!]

انسانو! ہم نے تمھاری پیدایش کی ابتدا کی تو پہلے تمھیں شکل و صورت بخشی، پھر فرشتوں سے کہا کہ آدمؑ کو سجدہ کریں، سب ہی نے سجدہ کیا سوائے ابلیس کے، جو سجدہ کرنے والوں میں شریک نہ ہوا۔ ہم نے اُس سے دریافت کیا کہ جب ہم نے حکم دے دیا تو پھر کس وجہ سے تو نے سجدہ نہ کیا؟ ابلیس نے جواب دیا کہ میں آدمؑ سے بہتر ہوں، اِس لیے کہ تو نے مجھے آگ سے پیدا کیا ہے اور اُسے مٹی سے! ہم نے کہا اچھا!! تو چل یہاں سے [اُس دربار سے جہاں یہ مکالمہ ہو رہا تھا] نکل، تجھے یہ زیب نہیں دیتا ہے کہ یہاں بڑائی کا گھمنڈ کرے، نکل جا کہ درحقیقت تُو ذلیلوں میں سے ہے۔ .. مفہوم آیات ۱۱ تا ۱۳

[نکلتے ہوئے] اُس نے کہا، مجھے اُس دن تک کچھ کرنے کی آزادی اور اجازت دے جب کہ یہ سب مرنے کے بعد دوبارہ زندہ کیے جائیں گے۔ فرمایا، تجھے یہ مہلت دی جاتی ہے۔ بولا، اچھا تو جس طرح تُو نے مجھے گم راہ کیا ہے، میں بھی اب تیری پسندیدہ سیدھی راہ پر ان انسانوں کی گھات میں بیٹھوں گا، آگے

، پیچھے...... دائیں اور بائیں، ہر طرف سے آ کر اِن کو بہکاؤں گا اور تو اِن میں سے اکثر کو ناشکرا پائے گا۔ فرمایا، چل، ذلیل اور ٹھکرائے ہوئے، نِکل یہاں سے، اِن میں سے جو بھی تیری پیروی کریں گے سب تیرے ہوں گے، جہنم کو تم سب سے بھر دوں گا۔ .... مفہوم آیات ۱۴تا۱۸

آدم کا پیدایش کے بعد جنت میں قیام، پھر زمین پر نزول

[آدمؑ کی تخلیق پھر اُس کے مسجودِ ملائک ہونے اور ابلیس کے راندۂ درگاہ ہونے کے بعد اللہ آدمؑ کی جانب متوجہ ہوا]

اور، اے آدمؑ، تُو اور تیری بیوی، دونوں اس جنت میں رہیں، [جہاں سے بھی چاہیں اور] جو بھی چاہیں بفراغت کھائیں اور پیئیں، مگر اِس [خاص] درخت کے پاس کبھی نہ جانا ورنہ ظالموں [حکم عدولی کرنے والوں] میں شمار ہو گے۔ پھر شیطان نے اُن دونوں کو بہکایا تاکہ ان کی شرم کی جگہیں جو اُس وقت تک ایک دُوسرے سے چھپائی گئی تھیں، ان کے سامنے کھول دے۔ اس مقصد کے لیے اُس نے اُن سے کہا کہ تمھارے رب نے تمھیں اس درخت سے اِس وجہ کے سِوا کسی اور مقصد سے نہیں روکا ہے کہ تم فرشتے نہ بن جاؤ، یا کہیں تمھیں ہمیشگی کی زندگی نہ مل جائے۔ یوں اُس نے دونوں کے سامنے قسمیں کھا کر انھیں یقین دلایا کہ وہ اُن کا بھلا چاہنے والا ہے۔ اس طرح دونوں کو اپنے دامِ فریب میں لے آیا۔ انجامِ کار جب انھوں نے اس درخت کے پھل کا مزا چکھا تو [ہمارے حکم سے، سزا کے طور پر] ان کی شرم کی جگہیں ایک دوسرے کے سامنے عیاں ہو گئیں اور وہ اپنے آپ کو باغِ جنّت کے پتّوں سے چھپانے لگے۔ تب ان کے رب نے انھیں یاد دلایا کہ کیا میں نے تمھیں اس درخت سے باز رہنے کے لیے نہ کہا تھا؟ اور نہیں بتایا تھا کہ شیطان تمھارا کھلا دشمن ہے؟ .... مفہوم آیات ۱۹تا۲۲

[یہ سُنتے ہی] دیر نہ لگی، فوراً ہی غلطی کا احساس ہو گیا اور بے ساختہ دونوں پکار اُٹھے کہ اے ہمارے رب! ہم نے تو اپنے ساتھ زیادتی کر لی! اب اگر تُو ہمیں معاف نہ کرے اور رحم نہ فرمائے تو یقیناً ہم تباہ و برباد ہو جائیں گے، فرمایا گیا: [معافی قبول] زمین پر اُتر جاؤ، وہاں تم [ذریتِ آدم اور ذریت ابلیس] ایک دوسرے کے دشمن ہو اور تمھیں ایک مدتِ خاص تک زمین ہی میں زندگی بسر کرنی ہے اور وہیں مرنا کھپنا ہے اور پھر اِسی زمین میں سے نکالے جاؤ گے۔ .... مفہوم آیات ۲۳ تا ۲۵

لباس فطرتِ انسانی میں شامل ہے

انسان کی تخلیق کا واقعہ یاد دلانے کے بعد اگلی آیات میں اللہ نے سارے انسانوں کو مخاطب کیا اور اپنے ایک انتہائی منفرد احسان کی طرف توجہ دلائی، ایسا احسان کہ جس سے زمین پر کسی دوسری مخلوق کو نہیں نوازا گیا، وہ ہے لباس جسے فطرتِ انسانی میں شامل کر دیا گیا۔ نہ صرف یہ کہ لباس اُس کو عطا کیا گیا ساتھ ہی اُس کی فطرت میں یہ ودیعت (built in) کر دیا گیا کہ جسم کے کچھ حصے چھپانے کے لائق ہیں اور اُن کے عریاں کرنے سے جھجک کو اُس کی فطرت [تخلیقی عادت] میں داخل کیا اور اس جھجک کو حیا و شرم کا ایک جزبنا دیا۔ یَا بَنِي آدَمَ قَدْ أَنْزَلْنَا عَلَيْكُمْ لِبَاسًا يُوَارِي سَوْآتِكُمْ وَرِيشًا وَلِبَاسُ التَّقْوَىٰ ذَٰلِكَ خَيْرٌ ذَٰلِكَ مِنْ آيَاتِ اللَّهِ لَعَلَّهُمْ يَذَّكَّرُونَ ﴿٢٦﴾

شیطان [ابلیس اور اُس کی ذریت] کی ہمیشہ یہ کوشش رہی ہے کہ انسانوں کو لباس سے آزاد کرے تاکہ وہ کتے اور بلیوں کی طرح آزاد شہوت رانی کی راہ پر چل نکلے، نکاح کا ادارہ ختم ہو جائے اور پھر شہوت کے زیادہ سے زیادہ مطالبات کی طلب میں وہ ہر نیکی سے دور، جھوٹ اور سچ کی تمیز اور دیانت و امانت کے احساس سے عاری ہو جائے، کتوں کی طرح ایک دوسرے کو بھنبھوڑے اور بھیڑیوں کی طرح ظالم وشتر بے مہار بن جائے۔

آج سائنسی ایجادات کے ساتھ سیاسی اور عسکری غلبے کے جلو میں آنے والی مغربی تہذیب کا بھی انسانوں سے، خصوصاً خواتین سے ممکنہ حد تک بے لباس ہو کر 'مہذب' بن جانے کا مطالبہ ہے۔ اسی شیطانی ایجنڈے کو لے کر آج امریکا اور اُس کے حواری ممالک دنیا بھر کو خاص طور سے مسلمان آبادی والے ممالک [پاکستان، بنگلا دیش، سعودیہ وغیرہ] کو اپنی معاشی برتری کے سہارے اسلحہ کی فراہمی اور امداد کے نام پر ابلیسی تہذیب برآمد کرنے کے درپے ہیں تاکہ تہذیبی و نظریاتی ٹکراؤ میں ابلیس کے مقابلے میں آدمؑ کی حقیقی اولاد شکست کھا جائے۔

> اے اولادِ آدم، ہم نے تمھارے لیے لباس نازل کیا [فطرت میں ڈالا] ہے جو ستر پوش [قابلِ شرم جگہوں کو چھپانے والا] بھی ہے اور زیبِ نگاہ بھی، انسانوں کے لیے ڈھانپنے کی بہترین چیز تو لباسِ تقوٰی [اللہ کی یاد اور خوف کے زیرِ اثر ڈیزائن کی گئی پوشاک یا خود احساسِ پرہیزگاری] ہے۔ تمھارے لباس [کپڑے] اللہ کی نشانیوں میں سے ایک نشانی ہیں، شاید کہ لوگوں کو اسی سے [خالق کے ادراک

اگلی آیات میں سردرانِ قریش کو یہ یاد دہانی ہے کہ تم نے انسان ہو کر شیطان کی اُس مذموم حرکت کو یاد نہ رکھا جو اُس نے تمھارے ماں باپ کے ساتھ کی۔ اُس نے اُنھیں لالچ دے کر آزمائش میں ڈالا جس میں وہ پورے نہ اُتر سکے اور اُس لباسِ فاخرہ سے محروم کر دیے گئے جو اُنھیں جنت میں اُن کے اور جنت کے شایانِ شان عطا کیا گیا تھا۔ آج ابلیس وہی کھیل پھر تمھارے ساتھ کھیل رہا ہے۔ اللہ نے تمھارے جسم کے ظاہر کو ڈھانپنے کے لیے کپڑوں کا لباس[۷۸] عطا کیا اور باطن کو تقوے کے لباس سے مزیَّن کرنا چاہا، مگر شیطان کے دین کی راہوں میں چلتے چلتے تم نے یہ دونوں ہی جامے اُتار کر پھینک دیے اور بالکل ہی بے لباس ہو گئے ہو، اور کہتے ہو کہ ایسا کرنے کا اللہ نے حکم دیا ہے۔ اللہ فحش[۷۹] باتوں کا حکم نہیں دیتا، اللہ نے تو ہر معاملے میں عمدہ بات کا حکم دیا ہے، سارے معبودانِ باطل سے کٹ کر اور خلع حاصل کر کے صرف ایک اپنی ہی عبادت کا حکم دیا ہے اور تمھارا معاملہ یہ ہے کہ شیطان کی پیروی میں اپنے آپ کو برہنگی اور شرک کے فتنے میں مبتلا کر لیا ہے اور دعویٰ کرتے ہو کہ یہی اللہ کی عطا کردہ ہدایت کی راہ ہے، تف ہے تم پر، کیسی باتیں کرتے ہو!

اے بنی آدم! شیطان کبھی تم کو ویسی ہی گناہ آلود مصیبت [فتنے] میں نہ ڈالنے پائے کہ جیسی مصیبت میں ڈال کر اُس نے تمھارے والدین کو جنّت سے خارج کروایا تھا، اُن کے لباس اتروا کر، ایک دوسرے کے سامنے حیا کی جگھوں کو کھولا تھا۔ [اگر فطری حیا باقی ہے تو] سنو، شیطانوں کا گروہ تمھیں ایسی جگہ سے دیکھتا ہے جہاں سے تم اُنھیں نہیں دیکھ سکتے۔ اِن شیاطین کو ہم نے منکرین کا اولیاء [سرپرست، قابلِ اطاعت و تقلید] بنا دیا ہے۔ چناں چہ یہ لوگ جب بھی کوئی بے حیائی کا کام [برہنہ طواف] کرتے ہیں تو کہتے ہیں ہم نے آباؤ اجداد کو اِسی طریقے پر پایا ہے بلکہ اللہ ہی نے ہمیں یوں ہی کرنے کا حکم دیا ہے۔ اے محمدؐ، اِن کو بتاؤ کہ اللہ بے حیائی کا کبھی حکم نہیں دیا کرتا۔ کیا اللہ پر وہ تہمت

۷۸ محض کپڑے ہی نہیں بلکہ وہ کپڑے جو احساسِ تقویٰ کے ساتھ ڈیزائن کر کے بنائے گئے اور سیئے گئے، جو اعتدال کے ساتھ اللہ کے عطا کردہ فضل و احسان اور زیب و زینت کا اظہار ہوں، اور ایسے کپڑے جو تکبر اور نمود و نمائش کے اظہار سے آلودہ نہ ہوں اور وہ اپنی ساخت میں جنسی خواہشات کو بھڑکانے والے بھی نہ ہوں۔

۷۹ ہر وہ چیز فحش ہے جو نکاح کے دائرے سے باہر جنسی لذت افزا ہو، ظاہر ہے سرِعام برہنگی جس کا شیطان علم بردار ہے سب سے بڑا فحش کام ہے۔

لگاتے ہو؟ جس کا کوئی ثبوت تمھارے علم میں نہیں ہے[80]۔ .... مفہوم آیات ۲۷ تا ۲۸

بنی نوعِ آدم میں سے کون ہدایت یاب ہیں اور کون گم راہ

اے محمدؐ، اِن سے کہو کہ میرے آقا و مالک، اللہ نے تو انصاف کا حکم دیا ہے، اور یہ احکام بھی کہ ہر سجدے میں اپنا رُخ ٹھیک اسی کی طرف رکھو، اُسی کو [حاجت روائی اور مشکل کشائی کے لیے] پکارو اور یہ کہ اپنے دین [اطاعت و عبادات اور تہذیب و تمدن] کو اس کے لیے خالص رکھو، جس طرح اُس نے تمھاری تخلیق کا آغاز کیا اسی طرح مرنے کے بعد دوبارہ وہ تم کو پیدا کر دے گا۔ [آدم کی اولاد میں سے اس حکم کی اطاعت کرنے والے] گروہ کو تو اللہ نے سیدھا راستہ دکھا دیا ہے، مگر دوسرے گروہ پر گم راہی مسلط ہو کر رہ گئی ہے، جس نے اللہ کے بجائے شیاطین کو اپنا سرپرست بنالیا ہے، اور وہ سمجھ رہے ہیں کہ ہم سیدھی راہ پر ہیں۔ .... مفہوم آیات ۲۹ تا ۳۰

اسلام میں عریانیت اور رہبانیت کی کوئی گنجایش نہیں

آدم علیہ السلام کی تخلیق کے واقعے میں ابلیس کے بہکاوے میں آنے پر جنت کے لباس کے چھن جانے کا ذکر ہوا اور پھر اللہ تعالیٰ نے انسانیت پر اپنے احسانات میں سے لباس کو گنوایا جو محض خوش نُمائی اور موسمی اثرات سے بچانے کے لیے نہیں بلکہ کہا گیا کہ ستر پوشی بھی اُس کے اُلوہی متعین مقاصد میں شامل ہے، بات سے بات نکل رہی ہے اور انسانوں کی ہدایت کے لیے آب شار کی طرح ہدایت کا بیان جاری ہے۔ اب بہت ہی بر محل، اِسی ضمن میں قریش نے دین ابراہیمی میں بے لباس ہو کر طواف کی جو بدعت ایجاد کر لی تھی اُس پر تنقید ہے، لیکن اصل موضوع پر گفتگو سے قبل، خرابی کی اصل جڑ کو نشانہ بنایا جا رہا ہے کہ اپنی مرضی سے کوئی فرد یا کوئی گروہ چیزوں کو حرام و حلال بنانے

---

۸۰ قریش کی گم راہی کی حد یہ تھی کہ شیطان کے ورغلانے پر ابراہیم علیہ السلام کے تعمیر کردہ بیت اللہ کا عریاں طواف کرتے اور اس بے شرمی کو نہ صرف اپنے باپ دادا کی قابلِ فخر روایات اور اُن سے ملی سنت و عبادت گردانتے ہو بلکہ یہ دعویٰ تک کر گزرتے ہو کہ اللہ نے اُنھیں ایسا کرنے کا حکم دیا ہے۔ قریش کو بتایا جا رہا ہے کہ اُن کی عقل ماری گئی ہے، کیا اللہ ایسی بے حیائی کا حکم دے سکتا ہے؟ ہر دور میں نبیوں کی امتوں میں فضول مشرکانہ حرکتوں اور بدعتوں کو ایجاد کرنے والوں کا یہی طور طریقہ رہا ہے، پہلے وہ اُسے اپنے باپ دادا کے سر تھوپتے ہیں، پھر اپنے بزرگوں کے اقوال و احکامات سے منسوب کرتے ہیں اور پھر آخر کار اُن پر اللہ کے احکام ہونے کی تہمت لگاتے ہیں۔

[declare] کا کوئی اعلان نہیں کر سکتا ہے"[81]۔ اللہ نے تو کسی زینت کو اختیار کرنے کو حرام نہیں کیا ہے[82]۔ آگے قریش کے اس صوفیانہ وراہبانہ فلسفے پر گفتگو ہے کہ عبادت کے موقع پر زینت حرام ہے، اس لیے بے لباس ہو کر طواف کرنا زیادہ افضل[83] ہے ۔ کہا گیا کہ تمام طرح کی زینتیں [آلائشوں سے پاک] اس دنیا میں اہلِ ایمان کے لیے جائز اور پسندیدہ ہیں اور آخرت میں تو وہ خالصتاً صرف اور صرف اُن ہی کے لیے ہوں گی، اللہ کے باغی اور طاغی اُن میں سے کوئی حصہ نہیں پا سکیں گے۔ پس، لباس کی زینت کو اختیار کرو، برہنگی بے حیائی ہے اور اللہ نے بے حیائی کو حرام ٹھہرایا ہے، خواہ وہ اعلانیہ ہو یا چھپ کر۔ حق تلفی اور سرکشی کو بھی اللہ نے حرام ٹھہرایا ہے۔ لیکن اے قریش [کے مشرکو]، تم ان ساری ہی باتوں کے مرتکب ہو رہے ہو۔ اگر اس کے باوجود تمھیں مہلت مل رہی ہے تو کسی دھوکے میں نہ رہنا، اس کی وجہ صرف یہ ہے کہ اللہ اپنے بندوں کی سزا میں جلدی نہیں کرتا اور اُس کے یہاں ہر بدکردار و بداطوار امت کی تباہی کے لیے ایک وقت مقرر ہے۔

مساجد میں حاضری اور عبادات کے مواقع پر اچھے اور مکمل لباس کی ضرورت

اے اولادِ آدم! تم ہر نماز، سجود اور عبادات کے مواقع پر اپنے لباسِ زینت [عمدہ خوش نما اور ساتر کپڑوں] سے آراستہ ہوا کرو اور [جو اچھا حلال رزق میسر ہے اُس میں سے خوب] کھاؤ پیو مگر [پہننے پہنانے اور کھانے پینے میں] حد سے تجاوز نہ کرنا، اللہ حد سے بڑھنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔ مفہوم آیت: ۳۱

اے محمدؐ، اِن سے پوچھو کہ اِس دنیا میں اُس سامانِ زینت کو جسے اللہ نے اپنے بندوں کے لیے پیدا کیا ہے کس نے ممنوع قرار دیا ہے اور کس نے اللہ کی عطا کردہ کھانے پینے کی پاک چیزیں حرام کر دی ہیں؟

---

۸۱ قاعدہ یہ ہے کہ ساری ہی چیزیں حلال ہیں سوائے اُن کے جنھیں اللہ نے حرام قرار دیا ہو۔ اللہ تعالیٰ کی جانب سے چیزوں کے حرام قرار دینے کی دو ہی صورتیں ہیں کہ اللہ نے یا تو اپنی کتاب میں کسی چیز کو حرام قرار دیا ہو یا پھر اُس کے رسولؐ نے اطلاع دی ہو کہ اللہ نے یہ چیز حرام کی ہے۔ تمام چیزیں اللہ ہی کی جانب سے حرام ہو سکتی ہیں کسی رسول کو بھی اللہ نے حلت و حرمت کے اختیارات نہیں دیے۔

۸۲ بشرطیکہ وہ زینتیں فخر و تکبر کے لیے نہ ہوں اور بے جا اسراف کے ذیل میں نہ آتی ہوں۔

۸۳ اُنھیں شیطان نے یہ پٹّی بھی پڑھائی تھی کہ کاروبار میں تو جھوٹ بولنا پڑتا ہے اس لیے کمائی تو حرام کی ہوتی ہے اور اُس کمائی سے خریدا ہوا لباس عبادت کے لائق نہیں لہٰذا برہنہ طواف بہتر ہے۔ یوں کاروبار میں جھوٹ بھی جائز رہا اور لباس بھی اتروا دیا۔

کہو، [اسلام دنیا سے ایسی کنارہ کشی نہیں سکھاتا] یہ ساری چیزیں دنیا کی زندگی میں بھی ایمان لانے والوں کے لیے ہیں اور قیامت کے دن تو صرف اور صرف اُنھی کے لیے ہوں گی، (باغیوں کا سامانِ عیش میں کوئی حصہ نہ ہو گا، اُن کے لیے تو بس ہر دم بڑھتی سزا ہو گی)۔ اِس طرح دانش مندوں کے لیے ہم اپنی باتیں صاف صاف بیان کرتے ہیں۔.. مفہوم آیت ۳۲

اے محمدؐ، اِن منکرین کو بتاؤ کہ میرے رب نے بے شرمی کے تمام کام حرام کیے ہیں خواہ وہ اعلانیہ ہوں یا پوشیدہ؛ ان کے علاوہ گناہ کا ہر کام، ناحق زیادتی اور یہ کہ اللہ کے ساتھ کسی کو شریک کرو کہ اس کام [شرک] کی اللہ نے کوئی دلیل نہیں اتاری، اور یہ کہ اللہ سے کوئی ایسی بات منسوب کرو جس کا تمھیں کوئی علم نہ ہو [کہ وہ یقیناً اُس کی بات ہے]۔ [ایمان لا کر دینِ حق پر چلنے اور حرام کاموں سے بچنے کے لیے] ہر قوم کو ایک مقررہ مدت کے لیے مہلت ملی ہے، پھر جب کسی قوم کی مدّت پوری ہوتی ہے تو آگے یا پیچھے لمحہ بھر اُس سے انحراف نہیں ہوتا۔............................ مفہوم آیات ۳۳ تا ۳۴

قریش کو رسالت کی تصدیق اور آخرت کے احساس کی نصیحت

تخلیقِ آدمؑ کے واقعے سے مزید تذکیر کے لیے اللہ تعالیٰ نے یہ مناسب جانا کہ مخاطبین [قریش] کو رسالت اور آخرت کی جانب بھی احساس دلایا جائے، کہا گیا کہ یہ بات تو آدمؑ کو زمین پر روانہ کرتے وقت ہی بتادی گئی تھی کہ اللہ رسولوں کے ذریعے اپنے احکام سے آگاہ کرتا رہے گا جو لوگ اِن رسولوں کی اطاعت و نصرت کریں گے وہ جنت حاصل کریں گے اور جو اِن کا انکار کریں گے، دوزخ میں پڑیں گے۔

[اے بنی نوعِ آدم، یہ بات تو تمھیں زمین پر روانہ کرتے ہوئے روزِ اوّل ہی بتادی تھی کہ] جب بھی تمھارے پاس خود تم ہی میں سے میری آیات سُناتے ہوئے رسول آئیں [تو اُن کی تصدیق کرنا اور] پھر جو کوئی پرہیزگاری اختیار کرے گا اور اپنی اصلاح کرلے گا اس کے لیے [آخرت میں] کسی خوف اور رنج کا موقع نہیں ہے، رہے وہ لوگ جو [ہمارے نبی اور] ہماری آیات کو جھٹلائیں گے اور رسولوں کے مقابلے میں سرکشی دکھائیں گے وہی آتشِ دوزخ کا ایندھن ہوں گے جہاں وہ ہمیشہ رہیں گے۔...... مفہوم آیات ۳۵ تا ۳۶

فرشتے جب انسانوں کی روحیں قبض کریں گے

اب بتایا جارہا ہے کہ اے قریش کے 'دانش ورو'، تم نے اپنی بدعات ورسومات کے حق میں فلسفے گھڑ لیے اور اُن کو اللہ کی طرف منسوب کردیا ہے، سنو، نہ تمھاری دانش وری اور نہ ہی جھوٹے اِلٰہ تمھارے کچھ کام آئیں گے، یہ معاملہ کچھ دور کا نہیں، بس جوں ہی تمھارا وقتِ آخر آئے گا اور غیب، شہود ہو گا، فرشتے نظر آنے لگیں گے، تم حقیقت جان لوگے۔

ظاہر ہے کہ اپنے دل سے گھڑ کر اللہ کی طرف جھوٹی باتیں منسُوب کرنے والے یا اُس کی آیات کو جھٹلانے والے سے بڑا ظالم اور کون ہو سکتا ہے؟ دنیا کی زندگانی میں اپنی قسمت کا تو یہ پاتے رہیں گے یہاں تک کہ وہ لمحہ آجائے گا جب ہمارے فرشتے ان کے پاس اُن کی روحوں کو قبض کرنے آئیں گے۔ وہ اُن سے دریافت کریں گے کہ بتاؤ، اب کہاں ہیں تمھاری وہ ہستیاں [خود ساختہ داتا، دست گیر، حاجت روا، مشکل کشا] جن کو تم [مصیبت میں اور دعاؤں میں] اللہ کے بجائے پُکارتے تھے؟ وہ کہیں گے کہ سب غائب ہیں۔ اور یہ منکرین اُس وقت خود اپنے خلاف گواہی دیں گے کہ ہم واقعی حق کے منکر تھے۔
.... مفہوم آیت ۳۷

قیامت میں گم راہوں اور گم راہ کرنے والے لیڈروں کے درمیان مکالمہ

قریش کے لیڈروں کو جو اپنے عوام کو جاہلیت پر جمے رہنے کی تلقین کررہے تھے اور محمد ﷺ کی مخالفت پر کمر بستہ تھے اور اُن کے متبعین کو جو اندھے ہو کر اپنے لیڈروں کے پیچھے چل رہے تھے اور اللہ کے رسولؐ کی دعوت پر لبّیک کہنے پر آمادہ نہیں تھے اُنھیں قیامت میں واقع ہونے والے ایک درد ناک منظر کی طرف توجہ دلائی جارہی ہے جب یہ لیڈر اور اِن کے متبعین کے درمیان ایک مکالمہ ہو رہا ہو گا، ملاحظہ فرمایے:

[یہ منکرین ہیں اور میدانِ حشر کا منظر ہے] اللہ کا حکم ہو گا جاؤ، تم بھی اُسی آتشِ دوزخ میں جلو مرو، جس میں تم سے پہلے گزری جنوں اور انسانوں کی [مشرک] اُمتیں جاچکی ہیں۔ جب بھی کوئی گروہ دوزخ میں داخل ہو گا تو اپنے پیش رو گروہ پر لعنت کرتا ہوا داخل ہو گا، تاآں کہ سارے منکرین جمع ہو جائیں گے تو دنیا میں ہر بعد میں آنے والا گروہ اپنے پہلے [یعنی اپنے باپ دادا کے] گروہ کے بارے میں

کہے گا کہ اے ہمارے رب! یہ تھے جنھوں نے ہم کو گم راہ کیا تھا لہٰذا انھیں دُگنی آتشِ دوزخ کا مزا چکھا۔ اِرشاد ہوگا، تم میں سے ہر ایک کے لیے دوہرا ہی عذاب ہے مگر تم نہیں سمجھتے، پہلے گروہ کے لوگ [اِن کے باپ دادے اور منکرین کے سردار] کہیں گے کہ تم کو ہم پر کون سی فضیلت حاصل تھی [اگر ہم نے گم راہ کیا تو تم نے کون سی راہِ راست پر استقامت دکھائی؟]، اب اپنی کمائی کے بدلے میں عذاب کا مزا چکھو۔ .... مفہوم آیات ۳۸تا۳۹

اس دنیا کے اندر حق و باطل کی کش مکش میں الجھے دو فریقوں کے مختلف انجام

قریش کو عموماً اور اُن کے لیڈروں کو خصوصاً بتایا جا رہا ہے کہ بروزِ محشر ساری انسانیت دو گروہوں میں تقسیم کر دی جائے گی ایک وہ جنھوں نے ابلیس کی مانند اپنے پندارِ تکبر میں ہماری باتوں کو [آیاتِ قرآنی] تسلیم کرنے سے انکار کیا ہے اور دوسرے وہ جو رسول ﷺ کی دعوت پر ایمان لائے ہیں، دونوں کے انجام مختلف ہیں۔

پندارِ تکبر میں مبتلا منکرین کا انجام

بلا شک و شبہ یہ ایک طے شدہ بات ہے کہ جن لوگوں نے اپنے پندارِ تکبر میں ہماری باتوں کو [آیاتِ قرآنی] تسلیم کرنے سے انکار کیا ہے اُن کے لیے آسمانی بادشاہت کے دروازے ہر گز نہ کھولے جائیں گے، اُن کا جنّت میں جانا ایسا ہی ناممکن ہے جتنا سُوئی کے ناکے سے اُونٹ کا گزرنا۔ مجرمین سے انتقام کا ہمارا [اللہ کا] یہی طریقہ ہے۔ ان کے لیے آتشِ دوزخ ہی بچھونا ہوگی اور وہی اُن کا اوڑھنا بھی، ہم ظالموں کو اسی طرح سزا دیتے ہیں۔

جن لوگوں نے ہماری باتوں پر سرِ تسلیم و اطاعت خم کر لیا ہے اور اعمالِ صالحہ پر کاربند ہو گئے ہیں وہ اہلِ جنّت ہیں جہاں وہ ہمیشہ رہیں گے۔ یاد رہے کہ نیک اعمال کے لیے ہم کسی سے بھی اس کی طاقت سے زیادہ کرنے کا مطالبہ نہیں کرتے۔ .... مفہوم آیات ۴۰تا۴۲

حق کے علم بردار اہلِ جنت کا حال

اہلِ ایمان کو جو سب سے بڑی نعمت جنت میں ملے گی وہ یہ ہوگی کہ بتقاضائے بشری اور مزاجوں اور سمجھ بوجھ کے فرق کی وجہ سے جو بھی اُن کے درمیان اختلافات اور نتیجتاً جو رنجشیں پیدا ہوئی

ہوں گی، اللہ وہ سب دور کردے گا۔ اہلِ جنت کو جو دوسری عظیم نعمت ملے گی وہ یہ ہو گی کہ اللہ پر اُن کا ایمان و اعتماد اور فزوں تر ہو گا اور وہ اپنے رب کا شکریہ بڑے ہی والہانہ انداز میں کریں گے....
....وَقَالُوا الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِي هَدَانَا لِهَٰذَا وَمَا كُنَّا لِنَهْتَدِيَ لَوْلَا أَنْ هَدَانَا اللّٰهُ........

وہاں جنتوں میں [غلبۂ حق کی جدوجہد کے دوران مصروف اہلِ ایمان کے] دلوں میں ایک دُوسرے کے بارے میں جو تکدّر پید ہو گیا ہو گا اُسے ہم نکال دیں گے۔ [سدابہار سرسبزی کی ضمانت والی] نہریں اُن میں بہتی ہوں گی، [جنھیں دیکھ کر] وہ بے ساختہ پکار اُٹھیں گے کہ ساری تعریفیں اور شکریے اللہ ہی کے لیے ہیں جس نے ہمیں سیدھی راہ کی توفیق بخشی، ہم خود تو ہر گز راہ نہ پا سکتے تھے، اگر وہ ہماری رہ نمائی نہ کرتا،....... ہمارے پروردگار کے فرستادے واقعی حق ہی لے کر آئے تھے۔ دریں اثنا ایک نِدائے حق بلند ہو گی کہ یہ جنّت [موعود] اُن اعمال کے بدلے میں ملی ہے جو تم کرتے رہے تھے، تم ہی اس کے وارث بنائے گئے ہو۔ .... مفہوم آیت ۴۳

اہلِ جنت اور اہلِ دوزخ کے درمیان مکالمہ

قرآن مجید آخرت میں مختلف گروہوں کے احوال بیان کرتے ہوئے اب ایک بڑے ہی دل چسپ مکالمے کی طرف آتا ہے جو اہلِ جنت اور اہلِ دوزخ کے درمیان ایک تیسرے گروہ کی شمولیت کے بعد ہو گا۔ اہلِ جنت، اہلِ دوزخ سے کہیں گے کہ ہم نے تو اپنے رب کے اُن تمام وعدوں کو سچا پایا جو اُس نے [رسولوں کے ذریعے] ہم سے کیے تھے، کیا تم نے بھی ان وعیدوں کو ٹھیک پایا جن سے تمھیں آگاہ کیا گیا تھا؟ اس طرح یہ مکالمہ آگے بڑھے گا، قریش کے سامنے ایک زندہ سوال ہے کہ کل اس مکالمے میں تم کس جانب کھڑے ہونا چاہتے ہو؟

پھر جنّت پا جانے والے، دوزخیوں کو پکار کر کہیں گے کہ ہم نے تو اُن سارے وعدوں کو بالکل سچا پایا، جو ہمارے رب نے ہم سے کیے تھے، کیا تم نے بھی ان وعدوں کو ٹھیک پایا جو تم سے کیے گئے تھے؟ وہ پکار اُٹھیں گے کہ ہاں، ہاں۔ اس موقع پر ایک اعلان کرنے والا ان کے درمیان صدا لگائے گا کہ ظالموں پر اللہ کی لعنت ہو۔

یہاں منادی کرنے والے کی منادی ختم ہو گئی، آگے اللہ تعالیٰ کا اپنا بیان ہے کہ جس انجامِ بد کا نقشہ کھینچا گیا ہے، اُس انجام کو وہ پہنچیں گے جو عوام کو توحید کے راستے سے روکتے ہیں، جس کی جانب

نبی ﷺ لوگوں کو بلا رہے ہیں۔ جو مفسرین اس کو منادی کرنے والے کی منادی کا حصہ مانتے ہیں اُنھیں ناچار مضارع اور حالیہ بیان کو ماضی کے معنوں میں لینا پڑتا ہے جو یہاں مناسب ہی نہیں۔

[یہ وہ لوگ ہیں جو] لوگوں کو اللہ کے [توحید کے] راستے سے روکتے اور اُس میں [شرک کی] ٹیڑھ[84] پیدا کرنا چاہتے ہیں اور آخرت کے انکاری ہیں .... مفہوم آیات ۴۴ تا ۴۵

فیصلے کے منتظر، دیوار پر بیٹھے لوگ

اہلِ دوزخ اور اہلِ جنت کے درمیان حجاب کی ایک دیوار حائل ہو گی جس کی اعراف [چوٹیوں] پر کچھ لوگ ہوں گے۔ یہ نیچے جنت اور جہنم میں داخل ہر ایک کو اس کی علامات سے پہچانیں گے اور اہلِ جنت کو پکار کر کہیں گے کہ سلامتی ہو تم پر! یہ اعرافی جنّت میں داخل تو نہیں کیے گئے مگر اس کا لالچ رکھتے ہوں گے۔ جب ان کی نگاہیں اہلِ دوزخ کی طرف مڑیں گی تو پکار اُٹھیں گے کہ اے ہمارے رب! ہمیں اِن ظالموں میں نہ ڈال دیجیے گا۔ .... مفہوم آیات ۴۶ تا ۴۷

پھر یہ چوٹیوں پر ٹھہرائے ہوئے لوگ، دوزخ میں داخل کچھ اشخاص کو اُن کی علامتوں سے پہچان کر پکاریں گے کہ آج کہاں ہیں تمھاری پارٹیاں [حامیوں کے جتھے/ مریدوں کے مجمعے/ محافظوں کی فوجیں اور وہ ساز و سامان جن کو تم بڑی چیز سمجھتے تھے] اور تمھارا فخر و غرور اور طرّم خانیاں؟ افسوس! تمھارا کچھ بھی تمھارے کسی کام نہ آیا اور کیا یہ اہلِ جنّت وہی [شریف و نادار ایمان والے] لوگ نہیں ہیں جن کے بارے میں تم قسمیں کھاتے تھے کہ یہ [برباد و ناکام ہیں،] اللہ کی رحمت سے کوئی حصہ نہ پائیں گے!! [تمھاری دانست میں ٹھکرائے ہوئے] انھی لوگوں سے کہا گیا ہے کہ جنتوں میں داخل ہو جاؤ، تمھارے لیے نہ ڈر اور خوف ہے، نہ حُزن و ملال۔ .... مفہوم آیات ۴۸تا۴۹

دوزخیوں کا اہلِ جنت سے بھیک طلب کرنا

اس مکالمے کا سب سے دردناک وہ حصہ ہے جہاں اہلِ دوزخ فریادی ہوں گے کہ اے جنت کے باسیو، جو کچھ تمھیں حاصل ہے اُس میں سے کچھ ہمیں بھی دے دو تو وہ بتائیں گے کہ جنت کی

۸۴ ٹیڑھ سے مراد شرک ہے جس میں قریش مبتلا تھے، جس کے خلاف نبی ﷺ نے علم بغاوت بلند کیا تھا، جس کو مٹانے کے لیے اللہ نے اپنے سارے رسول بھیجے، سب کی ایک ہی صدا تھی قولو لا الٰہ الا اللہ تفلحوا۔

نعمتیں کفار پر حرام ہیں۔

اور دوزخی، جنتیوں کو پکاریں گے کہ پانی یا جو چیزیں اللہ نے تمھیں دی ہیں اُن میں سے کچھ ہمیں بھی دے دو۔ وہ جواب دیں گے کہ اللہ نے یہ دونوں چیزیں [تم جیسے] کافروں پر حرام کر دی ہیں...... ....اُن کافروں پر، جنھوں نے اپنے دین کو کھیل تماشا بنا لیا تھا اور جنھیں حیاتِ دنیا نے اپنے فریب میں غرق کر رکھا تھا۔ اللہ فرماتا ہے کہ آج ہم بھی انھیں اسی طرح بُھلا دیں گے، جس طرح انھوں نے اِس دن کی ملاقات کو بُھلائے رکھا تھا اور ہماری آیتوں کا انکار کرتے تھے .... مفہوم آیات ۵۰ تا ۵۱

اے محمدؐ، ہم نے تمھاری قوم کے لوگوں کے پاس ایک ایسی کتاب بھیجی ہے، جس میں ہمارے پیغام کی تفصیل علمِ قطعی کی بنیاد پر ہے۔ اور جو ایمان لانے والوں کے لیے [اُن کے سیرت و کردار میں] ہدایت اور رحمت بنی نظر آ رہی ہے۔.................................... مفہوم آیت ۵۲

اہلِ مکہ بات مانتے نظر نہیں آ رہے ہیں

منکرین کا رویّہ، یہ ظاہر کر رہا ہے کہ انجام کی جو بڑی خبر [آخرت کی خبر] اِنھیں دی جا رہی ہے، وہ بس اُس کے پورے ہونے کے سوا اور کسی بات کے منتظر نہیں ہیں۔ مگر جب وہ یومِ آخر سامنے آئے گا تو یہی اِس کے انکاری کہیں گے کہ بے شک ہمارے رب کے پیغمبر سچی بات لے کر آئے تھے، پھر سوچیں گے اور تلاش کریں گے کہ کوئی سفارشی ملیں جو ہمارے لیے سفارش کریں؟ یا کوئی صورت بنے اور ہم دوبارہ دنیا میں واپس ہی بھیج دیے جائیں تاکہ ہم پہلے سے مختلف اچھے کام کر کے دکھائیں!!........ انھوں نے نقصان کا سودا کیا، سارے جھوٹے معبود اور جھوٹی تمنائیں کافور ہو گئیں! .... مفہوم آیت ۵۳

بات سے بات نکلتی چلی گئی، جیسے چشموں سے نہریں جاری ہو جائیں، تخلیق آدم کی سر گزشت سے ابلیس کی انسان دشمنی اور اُس کی کار گزاری پر بات ہوئی، پھر بات لباس کی نکلی، اُس سے حرمت و حلت اور پھر زینت اختیار کرنے پر گفتگو ہوئی اور پھر بات رسالت کی تصدیق سے ہوتی ہوئی احوالِ قیامت تک پہنچی اب کفارِ قریش کو پھر سمجھایا جا رہا ہے کہ چوں کہ ساری خلق اللہ ہی کی ہے اس لیے آسان بات ہے کہ کائنات میں حکم بھی اسی کا ہے اَلَا لَهُ الْخَلْقُ وَالْاَمْرُ تَبَارَكَ اللّٰهُ رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ۔ تو

سنو، امید و بیم، ہر حالت میں لوگو! اپنے رب ہی کو گڑگڑا کر پکارو اور چپکے چپکے بھی، یقیناوہ [ایسا نہ کرنے والے متکبر] حد سے گزرنے والے لوگوں کو پسند نہیں کرتا۔ زمین میں [رسولوں کی لائی ہوئی] اصلاح کے بعد فساد برپا نہ کرو۔ قیامت تو آ کر رہے گی۔

کائنات کی ہر چیز، خالق کی گواہی دیتی ہے، اُسی کی طرف پلٹ آؤ!

اے لوگو! بلاشبہ اللہ ہی تمھارا مالک و پالن ہار ہے جس نے آسمانوں اور زمین کو چھ دنوں میں پیدا کیا، پھر اپنے عرش پر متمکّن ہوا[۸۵]۔ اُس نے رات کو پوری سرگرمی سے تعاقب میں لگایا ہے جو دن کو ڈھانک دیتی ہے [اور پھر دن، رات کے پیچھے دوڑا چلا آتا ہے]۔ اُس نے سُورج، چاند اور تارے پیدا کیے ہیں، سب ہی اس کے تابع دار ہیں۔ خبردار رہو! اِس کائنات کی ہر شے اُسی کی تخلیق کردہ ہے اور ہر چیز پر اُسی کا حکم نافذ ہوتا ہے۔ بڑی ہی بابرکت، اللہ کی ذات ہے جو سارے جہانوں کی مالک و پروردگار ہے۔ .... مفہوم آیت ۵۴

اللہ اپنے بندوں کو آدابِ التجا سکھاتا ہے!

لوگو! اپنے رب کو گڑگڑا کر پکارو اور چپکے چپکے بھی، یقیناوہ [ایسا نہ کرنے والے متکبر] حد سے گزرنے والے لوگوں کو پسند نہیں کرتا۔ [اللہ نے زمین پر انسان کو تمدن و معاشرت کے بارے میں ہدایت اور روشنی کے ساتھ بسایا، انسان شیطان کے بہکاوے میں اس پر فساد مچاتا رہا، اور اللہ کے رسول آ، آ کر اس کی اصلاح کرتے رہے،] اب جب کہ اِس کی اصلاح ہو رہی ہے زمین میں فساد برپا نہ کرو اور [جیسا کہ سب سے بڑا فساد شرک ہے، پس] اللہ ہی کو پکارو اور صرف اور صرف اُسی سے خوف اور طمع کے ساتھ دعائیں مانگو، یقیناً اللہ کی رحمت نیکوکاروں کے شاملِ حال رہتی ہے۔ مفہوم آیات ۵۵تا۵۶

اور وہ اللہ ہی ہے جو ہواؤں کو اپنی رحمتِ باراں کی بشارت بنا کر بھیجتا ہے، پھر جب وہ پانی سے لدے بوجھل بادلوں کو اُٹھا لیتی ہیں تو انھیں کسی خشک پڑی [مُردہ] زمین کی طرف روانہ کر دیتا ہے اور وہاں ہم بارش برساتے ہیں، اور زمین سے بے شمار طرح طرح کے پھل پیدا کرتے ہیں۔ دیکھو، اسی

۸۵ جیسا کہ اُس کی شان کے لائق ہے، متمکن ہونا، محدود انسانی عقل اُس کی حقیقت و نوعیت کا احاطہ کرنے سے عاجز ہے۔

طرح ہم مُردوں کو زندہ کریں گے۔ کاش، کہ تم اس مشاہدے [مردہ زمین پر پانی برسنے اور سبزہ کے لہلہا اُٹھنے] سے حیات بعد الموت کی یاد دہانی حاصل کر سکو۔ اور زرخیز زمین تو اپنے رب کے حکم سے خوب پھل پھول لاتی ہی ہے [جس طرح یہ آیات اچھے انسانوں کو یاد دہانی کراتی ہیں] مگر جو زمین خراب [شوریلی، سیم زدہ] ہوتی ہے اس کی پیداوار بھی ویسی ہی ناقص ہوتی ہے۔ یوں ہم اپنی آیات کو نوع بہ نوع انداز سے پیش کرتے ہیں اُن لوگوں کے لیے جو شکر گزار ہونا چاہیں۔ .. مفہوم آیات ۵۷ تا ۵۸

☆☆☆☆☆

پیغمبروں اور اُن کے مقابل جہالت کے ماروں کی تاریخ کا خلاصہ

مفہوم آیات ۱۰۰ تا ۱۰۲ سُوْرَۃُ الْاَعْرَاف

[پیغمبروں اور اُن کے مقابل جہالت کے ماروں کی تاریخ کا خلاصہ یہ ہے کہ] اُن لوگوں کو جنھوں نے عذاب رسیدہ قوموں کے بعد زمین پر اقتدار سنبھالا، اِس بات سے کچھ سبق نہیں ملا کہ اگر ہم چاہیں تو پہلے لوگوں کی مانند اُنھیں بھی اُن کے کرتوتوں پر پکڑ سکتے ہیں! اس ناعبرت پذیری پر ہم ان کے دِلوں پر مُہر لگاتے رہے، پھر کسی نصیحت و یاددہانی نے اُن پر اثر نہیں کیا۔ [تمثیل کے لیے، یہ عذاب رسیدہ] اقوام کی تاریخ کے کچھ ابواب ہیں جو ہم تمھیں سنا رہے ہیں، ان کے رسُول ان کے پاس واضح نشانیاں لے کر آئے، مگر جس چیز کو اُنھوں نے ایک بار جھٹلایا [پندارِ نفس اور مفادات کے ضیاع کے سبب] پھر اُسے وہ کہاں ماننے والے تھے۔ یوں ہم کافروں کے قلوب پر مہر لگا دیتے ہیں۔ اولادِ آدم کی اکثریت کو ہم نے [وعدۂ یومِ الست اور مصیبتوں کے اوقات، گڑگڑاتے ہوئے کیے گئے وعدوں پر] کوئی وعدہ وفا[۸۶] کرتے نہ پایا بلکہ اکثر کو نافرمان و بدعہد ہی دیکھا۔ .... مفہوم آیات ۱۰۰ تا ۱۰۲

---

۸۶ "کوئی پاسِ عہد نہ پایا" یعنی کسی قسم کے عہد کا پاس بھی نہ پایا، نہ اُس فطری عہد کا پاس جس میں پیدائشی طور پر ہر انسان خدا کا بندہ اور پروردہ ہونے کی حیثیّت سے بندھا ہوا ہے، نہ اُس اجتماعی عہد کا پاس جس میں ہر فرد بشر انسانی برادری کا ایک رکن ہونے کی حیثیّت سے بندھا ہوا ہے، اور نہ اُس ذاتی عہد کا پاس جو آدمی اپنی مصیبت اور پریشانی کے لمحوں میں یا کسی جذبۂ خیر کے موقع پر خدا سے بطور خود باندھا کرتا ہے۔ انھی تینوں عہدوں کے توڑنے کو یہاں فسق قرار دیا گیا ہے۔ [تفہیم القرآن، الاعراف، حاشیہ ۸۲]